سُوْرَةُ النَّبَا

سورۂ نبا مکی ہے اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ ﴿١﴾
یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔[1] (۱)

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ ﴿٢﴾
اس بڑی خبر کے متعلق۔(۲)

الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾
جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔[2] (۳)

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿٤﴾
یقیناً یہ ابھی جان لیں گے۔(۴)

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾
پھر بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔[3] (۵)

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ ﴿٦﴾
کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟[4] (۶)

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ ﴿٧﴾
اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)[5] (۷)

---

(۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت سے نوازا گیا اور آپ نے توحید' قیامت وغیرہ کا بیان فرمایا اور قرآن کی تلاوت فرمائی تو کفار و مشرکین باہم ایک دوسرے سے پوچھتے کہ یہ قیامت کیا واقعی ممکن ہے؟ جیسا کہ یہ شخص دعویٰ کر رہا ہے یا یہ قرآن واقعی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے۔ استفہام کے ذریعے سے اللہ نے پہلے ان چیزوں کی وہ حیثیت نمایاں کی جو ان کی ہے۔ پھر خود ہی جواب دیا کہ .....

(۲) یعنی جس بڑی خبر کی بابت ان کے درمیان اختلاف ہے' اس کے متعلق استفسار ہے۔ اس بڑی خبر سے بعض نے قرآن مجید مراد لیا ہے کافر اس کے بارے میں مختلف باتیں کرتے تھے' کوئی اسے جادو' کوئی کہانت' کوئی شعر اور کوئی پہلوں کی کہانیاں بتلاتا تھا۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد قیامت کا برپا ہونا اور دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس میں بھی ان کے درمیان کچھ اختلاف تھا۔ کوئی بالکل انکار کرتا تھا کوئی صرف شک کا اظہار۔ بعض کہتے ہیں کہ سوال کرنے والے مومن و کافر دونوں ہی تھے' مومنین کا سوال تو اضافہ یقین اور ازدیاد بصیرت کے لیے تھا اور کافروں کا استہزا اور تمسخر کے طور پر۔

(۳) یہ ڈانٹ اور زجر ہے کہ عنقریب سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی کاریگری اور عظیم قدرت کا تذکرہ فرما رہا ہے تاکہ توحید کی حقیقت ان کے سامنے واضح ہو اور اللہ کا رسول انہیں جس چیز کی دعوت دے رہا تھا' اس پر ایمان لانا ان کے لیے آسان ہو جائے۔

(۴) یعنی فرش کی طرح تم زمین پر چلتے پھرتے' اٹھتے' بیٹھتے' سوتے اور سارے کام کاج کرتے ہو۔ زمین کو ڈولتا ہوا نہیں رہنے دیا۔

(۵) أَوْتَادٌ، وَتَدٌ کی جمع ہے میخیں۔ یعنی پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنایا تاکہ زمین ساکن رہے' حرکت نہ کرے'

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸
وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹
وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰
وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱
وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲
وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳
وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴
لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷

اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ (۱) (۸)
اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا۔ (۲) (۹)
اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ہے۔ (۳) (۱۰)
اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا۔ (۴) (۱۱)
اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے۔ (۵) (۱۲)
اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ (سورج) پیدا کیا۔ (۶) (۱۳)
اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا۔ (۷) (۱۴)
تاکہ اس سے اناج اور سبزہ اگائیں۔ (۸) (۱۵)
اور گھنے باغ (بھی اگائیں)۔ (۹) (۱۶)
بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے۔ (۱۰) (۱۷)

کیوں کہ حرکت و اضطراب کی صورت میں زمین رہائش کے قابل ہی نہ ہوتی۔

(۱) یعنی مذکر اور مونث۔ نر اور مادہ یا ازواج بمعنی اصناف و الوان ہے۔ یعنی مختلف شکلوں اور رنگوں میں پیدا کیا' خوب صورت' بدصورت' دراز قد' کوتاہ قد' سفید اور سیاہ وغیرہ۔

(۲) سُبَاتٌ کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ رات بھی انسان و حیوان کی ساری حرکتیں منقطع کر دیتی ہے تاکہ سکون ہو جائے اور لوگ آرام کی نیند سو لیں۔ یا مطلب ہے کہ رات تمہارے اعمال کاٹ دیتی ہے یعنی عمل کے سلسلے کو ختم کر دیتی ہے۔ عمل ختم ہونے کا مطلب آرام ہے۔

(۳) یعنی رات کا اندھیرا اور سیاہی ہر چیز کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے' جس طرح لباس انسان کے جسم کو چھپا لیتا ہے۔

(۴) مطلب ہے کہ دن کو روشن بنایا تاکہ لوگ کسب معاش کے لیے جدوجہد کر سکیں۔

(۵) ان میں سے ہر ایک کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت جتنا ہے' جو اس کے استحکام اور مضبوطی کی دلیل ہے۔

(۶) اس سے مراد سورج ہے اور جَعَلَ بمعنی خَلَقَ ہے۔

(۷) مُعْصِرَاتٌ وہ بدلیاں جو پانی سے بھری ہوئی ہوں لیکن ابھی برسی نہ ہوں۔ جیسے اَلْمَرْأَةُ الْمُعْتَصِرَةُ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی ماہواری قریب ہو' ثَجَّاجًا کثرت سے بہنے والا پانی۔

(۸) حَبٌّ (دانا) وہ اناج جسے خوراک کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے' جیسے گندم' چاول' جو' مکئی وغیرہ اور نبات' سبزیاں اور چارہ وغیرہ جو جانور کھاتے ہیں۔

(۹) اَلْفَافًا شاخوں کی کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے درخت یعنی گھنے باغ۔

(۱۰) یعنی اولین اور آخرین سب کے جمع ہونے اور وعدے کا دن۔ اسے فیصلے کا دن اس لیے کہا کہ اس دن جمع ہونے کا

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾

جس دن کہ صور میں پھونکا جائے گا۔ پھر تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔(۱) (۱۸)

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾

اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔(۲) (۱۹)

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾

اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو جائیں گے۔(۳) (۲۰)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾

بیشک دوزخ گھات میں ہے۔(۴) (۲۱)

لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾

سرکشوں کا ٹھکانا وہی ہے۔(۲۲)

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾

اس میں وہ مدتوں تک پڑے رہیں گے۔(۵) (۲۳)

مقصد ہی تمام انسانوں کا ان کے اعمال کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہے۔

(۱) بعض نے اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہر امت اپنے رسول کے ساتھ میدان محشر میں آئے گی۔ یہ دوسرا نفخہ ہو گا' جس میں سب لوگ قبروں سے زندہ اٹھ کر نکل آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا' جس سے انسان کھیتی کی طرح اگ آئے گا۔ انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی' سوائے ریڑھ کی ہڈی کے آخری سرے کے۔ اسی سے قیامت والے دن تمام مخلوقات کی دوبارہ ترکیب ہو گی۔ (صحیح بخاری' تفسیر سورۂ عم)

(۲) یعنی فرشتوں کے نزول کے لیے راستے بن جائیں گے اور وہ زمین پر اتر آئیں گے۔

(۳) سَرَابٌ' وہ ریت جو دور سے پانی محسوس ہوتی ہو۔ پہاڑ بھی سراب کی طرح صرف دور سے نظر آنے والی چیز بن کر رہ جائیں گے۔ اور اس کے بعد بالکل ہی معدوم ہو جائیں گے' ان کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن میں پہاڑوں کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں' جن میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے انہیں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا ﴿ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾ (الحاقة' ۱۴) ۲۔ وہ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے ﴿ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ (القارعة) ۳۔ وہ گرد و غبار ہو جائیں گے۔ ﴿ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ﴾ (الواقعة' ۶) ۴۔ ان کو اڑا دیا جائے گا ﴿ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴾ (طٰه' ۱۰۵) اور پانچویں حالت یہ ہے کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔ یعنی لَا شَيْءَ جیسا کہ اس مقام پر ہے۔ (فتح القدیر)

(۴) گھات ایسی جگہ کو کہتے ہیں' جہاں چھپ کر دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے تاکہ وہاں سے گزرے تو فوراً اس پر حملہ کر دیا جائے۔ جہنم کے داروغے بھی جہنمیوں کے انتظار میں اسی طرح بیٹھے ہیں یا خود جہنم اللہ کے حکم سے کفار کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہے۔

(۵) أَحْقَابٌ، حُقُبٌ کی جمع ہے' بمعنی زمانہ۔ مراد ابد اور ہمیشگی ہے۔ ابد الاباد تک وہ جہنم میں ہی رہیں گے۔ یہ سزا کافروں اور مشرکوں کے لیے ہے۔

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾

نہ کبھی اس میں خنکی کا مزہ چکھیں گے' نہ پانی کا۔(۲۴)

إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾

سوائے گرم پانی اور (بہتی) پیپ کے۔[1] (۲۵)

جَزَاءً وِفَاقًا ﴿۲۶﴾

(ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا۔[2] (۲۶)

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾

انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی۔[3] (۲۷)

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾

اور بے باکی سے ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔(۲۸)

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿۲۹﴾

ہم نے ہر ایک چیز کو لکھ کر شمار کر رکھا ہے۔[4] (۲۹)

فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

اب تم (اپنے کیے کا) مزہ چکھو ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔[5] (۳۰)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾

یقیناً پرہیز گار لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔[6] (۳۱)

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿۳۲﴾

باغات ہیں اور انگور ہیں۔[7] (۳۲)

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾

اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں۔[8] (۳۳)

---

(۱) جو جہنمیوں کے جسموں سے نکلے گی۔

(۲) یعنی یہ سزا ان کے ان اعمال کے مطابق ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

(۳) یہ پہلے جملے کی تعلیل ہے۔ یعنی وہ مذکورہ سزا کے اس لیے مستحق قرار پائے کہ عقیدۂ بعث بعد الموت کے وہ قائل ہی نہیں تھے کہ حساب کتاب کی وہ امید رکھتے۔

(۴) یعنی لوح محفوظ میں۔ یا وہ ریکارڈ مراد ہے جو فرشتے لکھتے رہے۔ پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے' جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴾ (یٰسٓ ۱۲)

(۵) عذاب بڑھانے کا مطلب ہے کہ اب یہ عذاب دائمی ہے۔ جب ان کے چمڑے گل جائیں گے تو دوسرے بدل دیئے جائیں گے۔ (النساء' ۵۶) جب آگ بجھنے لگے گی' تو پھر بھڑکا دی جائے گی۔ (بنی اسرائیل' ۹۷)

(۶) اہل شقاوت کے تذکرے کے بعد' یہ اہل سعادت کا تذکرہ اور ان نعمتوں کا بیان ہے جن سے حیات اخروی میں وہ بہرہ ور ہوں گے۔ یہ کامیابی اور نعمتیں انہیں تقویٰ کی بدولت حاصل ہوں گی۔ تقویٰ' ایمان و اطاعت کے تقاضوں کی تکمیل کا نام ہے' خوش قسمت ہیں وہ لوگ' جو ایمان لانے کے بعد تقویٰ اور عمل صالح کا اہتمام کرتے ہیں۔ جَعَلَنَا اللهُ مِنْهُمْ.

(۷) یہ مفازاً سے بدل ہے۔

(۸) كَوَاعِبَ كَاعِبَةٌ کی جمع ہے' یہ كَعْبٌ (ٹخنہ) سے ہے' جس طرح ٹخنہ ابھرا ہوا ہوتا ہے' ان کی چھاتیوں میں بھی

وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

اور چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں۔(۱) (۳۴)

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

وہاں نہ تو وہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹی باتیں سنیں گے۔(۲) (۳۵)

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

(ان کو) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہو گا۔(۳) (۳۶)

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

(اس رب کی طرف سے ملے گا جو کہ) آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا پروردگار ہے اور بڑی بخشش کرنے والا ہے۔ کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔(۴) (۳۷)

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے(۵) تو کوئی کلام نہ کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے۔(۶) (۳۸)

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

یہ دن حق ہے(۷) اب جو چاہے اپنے رب کے پاس (نیک اعمال کر کے) ٹھکانا بنا لے۔(۸) (۳۹)

ایسا ہی ابھار ہو گا' جو ان کے حسن و جمال کا ایک مظہر ہے۔ أَتْرَابٌ ہم عمر۔

(۱) دِهَاقًا بھرے ہوئے' یا لگاتار' ایک کے بعد ایک۔ یا صاف شفاف۔ كَأْسٌ' ایسے جام کو کہتے ہیں جو لبالب بھرا ہوا ہو۔

(۲) یعنی کوئی بے فائدہ اور بے ہودہ بات وہاں نہیں ہو گی' نہ ایک دوسرے سے جھوٹ بولیں گے۔

(۳) عَطَاءً کے ساتھ حِسَابٌ مبالغے کے لیے آتا ہے' یعنی اللہ کی داد و دہش کی وہاں فراوانی ہو گی۔

(۴) یعنی اس کی عظمت' ہیبت اور جلالت اتنی ہو گی کہ ابتداءً اس سے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہو گی' اسی لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کے لیے بھی لب کشائی نہیں کر سکے گا۔

(۵) یہاں جبرائیل علیہ السلام سمیت رُوحٌ کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں' امام ابن کثیر نے بنی آدم (انسان) کو أَشْبَهُ (قرین قیاس) قرار دیا ہے۔

(۶) یہ اجازت اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو اور اپنے پیغمبروں کو عطا فرمائے گا اور وہ جو بات کریں گے حق و صواب ہی ہو گی' یا یہ مفہوم ہے کہ' اجازت صرف اسی کے بارے میں دی جائے گی جس نے درست بات کہی ہو۔ یعنی کلمہ توحید کا اقراری رہا ہو۔

(۷) یعنی لامحالہ آنے والا ہے۔

(۸) یعنی اس آنے والے دن کو سامنے رکھتے ہوئے ایمان و تقویٰ کی زندگی اختیار کرے تاکہ اس روز وہاں اس کو اچھا

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا (اور چوکنا کر دیا) ہے۔[1] جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا[2] اور کافر کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔[3] (۴۰)

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ

سورۂ نازعات مکی ہے اور اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾
وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾

ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم![4] (۱)
بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم![5] (۲)
اور تیرنے پھرنے والوں کی قسم![6] (۳)

ٹھکانہ مل جائے۔

(۱) یعنی قیامت والے دن کے عذاب سے جو قریب ہی ہے۔ کیوں کہ اس کا آنا یقینی ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہے، کیوں کہ بہرصورت اسے آ کر ہی رہنا ہے۔

(۲) یعنی اچھا یا برا، جو عمل بھی اس نے دنیا میں کیا وہ اللہ کے ہاں پہنچ گیا ہے، قیامت والے دن وہ اس کے سامنے آجائے گا اور اس کا مشاہدہ کرلے گا ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (الکہف، ۴۹) ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ (القیامۃ، ۱۳)

(۳) یعنی جب وہ اپنے لیے ہولناک عذاب دیکھے گا تو یہ آرزو کرے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حیوانات کے درمیان بھی عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ فرمائے گا، حتیٰ کہ ایک سینگ والی بکری نے بے سینگ کے جانور پر کوئی زیادتی کی ہوگی، تو اس کا بھی بدلہ دلائے گا اس سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ جانوروں کو حکم دے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ مٹی ہو جائیں گے۔ اس وقت کافر بھی آرزو کریں گے کہ کاش وہ بھی حیوان ہوتے اور آج مٹی بن جاتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۴) نَزْعٌ کے معنی، سختی سے کھینچنا، غَرْقًا ڈوب کر۔ یہ جان نکالنے والے فرشتوں کی صفت ہے فرشتے کافروں کی جان، نہایت سختی سے نکالتے ہیں اور جسم کے اندر ڈوب کر۔

(۵) نَشْطٌ کے معنی گرہ کھول دینا۔ یعنی مومن کی جان فرشتے بہ سہولت نکالتے ہیں، جیسے کسی چیز کی گرہ کھول دی جائے۔

(۶) سَبْحٌ کے معنی، تیرنا، فرشتے روح نکالنے کے لیے انسان کے بدن میں اس طرح تیرتے پھرتے ہیں جیسے غواص سمندر سے موتی نکالنے کے لیے سمندر کی گہرائیوں میں تیرتا ہے۔ یا مطلب ہے کہ نہایت تیزی سے اللہ کا حکم لے کر